| Barelvi Mazhab Aik Ganda Gustaakh Mazhab hai |

>

نعت نیوز

مروجہ جلسے: ایک بے لاگ تجزیہ

مولانا صغیر اختر مصباحی

کوئی دور تھا جب ذکر خیر کی مجلس "محفلِ وعظ و نصیحت" ہوا کرتی تھی جو اپنی افادیت و معنویت کے لحاظ سے بہر حال انتہائی پرتاثیر ہوتی تھی۔ آج یہ محفلیں جلسہ، اجلاس اور کانفرنس کے نام سے موسوم ہوتی جارہی ہے اور جب لفظ کانفرنس بھی ہر خورد وکلاں کے ہاتھ لگ گیا تو "ارباب حل وعقد نے" اس عمل خیر کی ذرا سی نوعیت بدل کر سمپوزیم یا سیمینار جیسے طلسماتی ناموں سے جلسوں کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کرانا شروع کردی ہے اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

ان ناٹکوں کی حقیقی حیثیت و پختگی سے قطع نظر یہ اجلاس جتنے مفید ہونا چاہیے تھے دکھتے نہیں۔ یقیناً عہد رفتہ کی "محفلِ وعظ و نصیحت" جتنی سود مند، نتیجہ خیز، سبق آموز اور بصیرت افروز ہوتی تھی دور حاضر تو کیا ماضی قریب بھی اس کی پہنچ کو نہیں پہنچتا۔ آج وہ نیک نیتی، خیر خواہی، ذوق نصیحت، خلوص عمل اور بے لوث جذبات کہاں سے آئیں جو ان محفلوں کے اصل محرک اور آلۂ کار ہوا کرتے تھے، بھاری بھرکم نذرانوں کی طلب یا چمک نے خلوص کار افراد کے جذبۂ خیر سگالی کو بھی بے حد متاثر کردیا ہے، اب مخلصوں کے بھی ناز نخرے بڑے حوصلہ شکن اور روح فرسا ہوتے جارہے ہیں۔

میدان خطابت کا نقشہ یک لخت الٹا ہوا نظر آرہا ہے، مقررین کا کام شعلہ بارانہ خطاب فرما کر مجمع سے اچھل کود کی داد وصول کرنا ہے، رہے خطاب کے پیچ وخم تو اس کیلئے مقامی علماء مہینوں تک مناسب یا غیر مناسب توجیہ کرتے رہیں۔ ہاں مقامی علماء کو یہ بھی جواب دینا ہے کہ خطیب ہندوستان نے عشاء کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟ فجر کے وقت کیوں سوتے رہ گئے؟ طرفہ تماشہ یہ بھی ہے کہ بعض بعض کی جسارت تو یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ بڑی طمطراقی سے فرماتے ہیں کہ تقریر کرنے بلایا ہے یا نماز پڑھنے؟ مگر ان غافلوں کو یہ احساس ہرگز نہیں کہ تقریر کی گزارش یا حکم تو منتظمین کی طرف سے ہے اور نماز کا حکم احکم الحاکمین کی طرف سے......! ذرا غور کریں کہ اس جملہ نے آں جناب کو کہاں پہنچادیا؟

بے عملی کے ساتھ بدعملی بھی در آئی ہے کہیں چور دروازے سے اور کہیں صدر دروازے سے، بعض "علامہ" بڑی بے باکی سے عین کو غین کرنے کی کوشش میں لگے ہیں جو ایک عام انسان کیلئے بھی سنگین جرم ہے "علامہ" تو پھر علامہ ہیں۔ (العیاذ باللہ)

اسی طرح نعت خوانی جو ایک عافیت بخش، عاقبت افروز اور خالص عقیدت مندانہ عمل ہے دور حاضر میں اس کی وہ آن بان نہیں رہی، نعت خوانوں کی شرمناک و نازیبا ادائیں اور رقصانہ طرز خواندگی رونق بازار (اجلاس) ہوکر رہ گئی ہیں جس سے نعت خوانی کی روحانیت اور فطری کیفیت مجروح ہوچکی ہے۔

ایک جلسہ میں ایک شاعر اعظم کے بارے میں انتظامیہ کے بعض افراد سے سنا گیا کہ جس وقت سے تشریف لائے ہیں اپنے موبائل میں مصروف ہیں اور موبائل کی مصروفیت کوئی اور نہیں بس موبائل گیمس سے غایت درجہ دلچسپی نے سکون وآرام غارت کر رکھا ہے میں اس کی تصدیق کے لیے اسٹیج پر ان کے جوار میں بیٹھا، میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے، میری یہ مخلصانہ پیشکش بڑی ناگواری سے قبول فرمائی اور پھر سے اپنے سابقہ عمل میں مصروف ہوگئے۔ حد تو یہ کہ نعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنی باری نمٹانے کے بعد بیٹھتے ہی موبائل میں لگ گئے۔ جی میں بہت کچھ آیا مگر ہمت جی کا ساتھ نہیں دے سکی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شاعر صاحب سترہ ہزار میں آئے تھے۔ وہ تو کہئے کہ خیر سے انتظامیہ کو چندہ فراہمی کا انتہائی شوق ہے ورنہ اس طرح کی حرکتیں مارکیٹ ڈاؤن کردیتیں۔

اگرچہ جلسوں کا مقصد اصلی نعت خوانی و تقریر ہوتا ہے مگر جہاں تک میری نظر کام کررہی ہے جلسہ کے مندرجہ ذیل پانچ اجزائے ترکیبیہ ہوتے ہیں۔

(۱) تلاوت (۲) نعت (۳) تقریر
(۴) سلام (۵) دعا

میں سلسلہ وار ہر ایک پر گفتگو کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تلاوت: مقصد، افادیت اور رواج:

محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے اس لیے کیا جاتا ہے کہ تلاوت کی برکتوں سے ماحول میں روحانیت آئے، نور و رحمت کی برسات ہو اور محفل کا انجام بخیر ہو مگر اس مہتم بالشان کار خیر و عمل سعادت کی اہمیت کو سراسر نظر انداز کردیا جاتا ہے، تلاوت ہوتی رہتی ہے اور آداب تلاوت پامال ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ سچائی یہی ہے کہ قاری اور تالی کی نیت جو بھی ہو کم از کم سننے والوں کو تلاوت کے آداب ملحوظ رکھنا ہی چاہیے۔

جہاں تک تلاوت کلام پاک کا سوال ہے ہمیں ہمہ تن گوش ہوکر سننے کا حکم ہے حتی کہ اسم جلالت سن کر کلمۂ جلالت اور اسم رسالت سن کر صیغۂ درود و سلام پڑھنے کی بھی گنجائش نہیں ہے، اسی طرح دوران تلاوت سبحان اللہ و ماشاء اللہ کی سرمدی صدائیں تو درکنار سرگوشیوں کی بھی اجازت نہیں ہے

www.naatnews.com

19

>

پھر کسی شیخ طریقت، خطیب ہندوستان یا شاعر اعظم کی آمد پر پر جوش استقبال چہ معنی دارد؟

لطیفہ: سنا تھا کہ فلاح بزرگ تقویٰ شعار، عفت مآب اور شریعت شناس ہیں قرب وصحبت نہ ہونے کی وجہ سے تجربہ نہیں تھا مگر ایک چشم دید واقعہ نے "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" مقولہ سچ کر دکھایا۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کے یہاں ایک عرس کی تقریب میں راقم السطور بھی حاضر ہوا، رات کا سہانہ سماں تھا، جلسہ اپنے ابتدائی مراحل سے گزر چکا تھا، شیخ طریقت کی آمد کے بعد اب باقاعدہ اجلاس کا آغاز ہوا، بڑی روح پرور اور کیفیت آور تلاوت ہو رہی تھی، مجمع پر پُر شوق خاموشی چھائی ہوئی تھی، اچانک شیخ طریقت نے تھوڑے فاصلے پر تشریف فرما فرزند گرامی کو بلایا، محترم گئے اور دیر تک دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی رہی جب کہ تلاوت اسی آن بان کے ساتھ چلتی رہی، اس حادثہ نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ (ممکن ہے کہ بعض دیگر افراد بھی میری طرح اس کیفیت سے دوچار ہوئے ہوں) خیر سے تلاوت ختم ہوئی فرزند گرامی نے پر مسرت انداز میں مائک سنبھالا اور یوں اعلان ارشاد فرمایا: سبحان اللہ والد گرامی (ایک مخصوص لقب کے ساتھ) کی خواہش ہے کہ وہ ان تلاوت کردہ آیات کی تفسیر فرمائیں گے، لہٰذا میں گزارش کرتا ہوں کہ......

اعلان ہوتے ہی مجمع سے پر جوش نعرے بلند ہونے شروع ہوگئے پھر اس کے بعد حضرت نے وہ تفسیر بیان فرمائی جسے تمام تر عقیدت و رعایت کے باوجود محترم صاحبزادے بھی تفسیر کا نام نہیں دے سکتے۔

خیر یہ تو ایک شیخ طریقت کی بات تھی، دوران تلاوت اس طرح کی واردات ایک عام بات ہوگئی ہے، کیا عوام کیا خواص؟ اس تعلق سے میں یہی کہوں گا کہ دوران تلاوت "واذا قری القرآن الخ" کے لازمی تقاضوں کو پورا کرنا ملت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اس کے لیے عوام سے زیادہ علماء اور علماء میں بھی بزرگ علماء کہیں زیادہ ذمہ دار ہیں، اللہ رب العزت حال بحال رکھے (آمین)

نعت: مقصد، افادیت اور رواج:

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ نعت خوانی ایک عافیت بخش، عاقبت افروز اور خالص مخلصانہ عمل ہے۔ البتہ موجودہ دور میں اس کی یہ معنوی حیثیت کس حد تک یافت یا دریافت ہے زیر بحث ہے ایسی محفلیں کم ہیں جن میں اس واقعیت کا بھرم رکھا جاتا ہے ورنہ حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔

اولاً تو زینت منبر شعراء میں ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے جنہیں شاعری چھو کر نہیں گزری مگر ہیں "شاعر اسلام"! خیر ہمیں اس سے بحث اس لیے بھی نہیں ہے کہ جلسوں کو نعت خوانوں کی تلاش ہوتی ہے خیر سے نعت خواں نعت گو بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے البتہ مقطع چھوڑ کر یا

دوران تلاوت "واذا قریٔ القرآن الخ" کے لازمی تقاضوں کو پورا کرنا ملت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اس کے لیے عوام سے زیادہ علماء اور علماء میں بھی بزرگ علماء کہیں زیادہ ذمہ دار ہیں، اللہ رب العزت حال بحال رکھے (آمین)

جسارت کرتے ہوئے مقطع میں اپنا تخلص جڑ کر پڑھنا دیانت کے خلاف ہے۔

ان شاعروں سے کہیں زیادہ افسوسناک ان کی "دریافت" ہے جو جلسوں کی زینت تو ہیں ان کے ہم رتبہ سامعین کیلئے "سامان طرب" زیادہ ہوتی ہے۔ ہمیں کلام کی فنی، علمی اور لسانی حیثیت پر اس لیے تبصرہ نہیں کرنا ہے کہ عوام کے سامنے اس طرح کا کلام ہی مقبول ہوتا ہے اس لیے کہ جن سے داد اور کھاد لینا ہے ان کے مبلغ علم کی رعایت ایک "دانشمندانہ اقدام" ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس "دانشمندانہ اقدام" سے دانش مند کے "مبلغ لیاقت" کا بھرم کھل جاتا ہے۔ یہاں یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا عوام کا مزاج ہی یہی ہے، اس لیے کہ شاعروں کو تمام تر ناز و ادا کے ساتھ سر کا تاج بنا کر لانے والوں سے اس عزت افزائی کا فائدہ اٹھا کر کوئی بھی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

مروجہ نعت گوئی میں ضمناً حمد خوانی بھی شامل ہے اور التزاماً منقبت خوانی بھی۔ البتہ حمد خوانی کم یاب ہے جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے اور منقبت خوانی کی کثرت نے خود نعت خوانی کو بھی متاثر کر دیا ہے۔

شعری پیکر میں بزرگوں کا ذکر منقبت کہلاتا ہے، ہماری فطرت وعقیدت کا عین تقاضا ہے کہ منقبت کے ورد سے ہماری زبان تر و تازہ رہے مگر نعت پاک میں منقبت کی اس طرح آمیزش کہ نعت پر منقبت غالب آجائے! نعتیہ آداب کی ان دیکھی ہے۔ میرا خود مشاہدہ ہے کہ بعض محفلوں میں نعت کے مقابلہ میں منقبت زیادہ مقبول ہوتی ہے جو یقیناً مقام عبرت ہے اور اس سے بڑھ کر مقام عبرت یہ ہے کہ کبھی اسلاف کے بالمقابل اخلاف کی منقبت اور مرحومین کے بالمقابل موجودین کی منقبت مقبول تر ہو جاتی ہے خصوصاً خانقاہی مشاعرے یا جلسے اس کی زندہ و جاوید مثال ہیں۔

تقریر: مقصد، افادیت اور رواج:-

وعظ و نصیحت جو اب "تقریر" ہو کر رہ گئی ہے اس کا

اہم اور خاص مقصد تھا کہ معصیت کی آلائشوں میں مبتلا انسانیت کو صحیح سمت دکھا کر تزکیۂ نفس، طہارت فکر اور محاسبۂ ذات کیلئے ہموار و سازگار کیا جائے تاکہ انسانی ذہن اور دماغ پر چھائے غفلت کے دبیز پردے اٹھ جائیں اور حقیقۃً عبد اپنے معبود حقیقی سے قریب ہو جائے۔ دل فطرتاً رقیق ہوتا ہے، صحیح سمت کی رہنمائی دل کو کسی حد تک متاثر ضرور کرتی ہے مگر صحیح سمت کی رہنمائی یا تو ہوتی نہیں ہے اور اگر ہوتی بھی ہے تو انداز رہنمائی موثر نہیں ہوتا۔ رہنما یا رہنمائی کی کمزوریاں اس خاص مقصد کو بروئے کار لانے میں ایک حد تک رکاوٹ بن جاتی ہیں جس کا تدارک وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اب وعظ و نصیحت سے کہیں زیادہ تقریر بیانی بلکہ تقریر خوانی چل رہی ہے، گا گا کر تقریر پڑھی جاتی ہے، موضوع کا تعین ہی نہیں اور اگر موضوع متعین کر دیا جائے تو اس پر خاطر خواہ عمل نہیں ہے "مختانہ" وصول کرنے کیلئے کچھ ایسی جدوجہد جاری رہتی ہے جو مفید کم اور غیر مفید زیادہ ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ تقریر کو طول دیا جاتا ہے گویا وقت گھسیٹا جا رہا ہے۔ جبری زور بیان فطرت پر گراں گزرتا ہے جو بات نرم اور شائستہ انداز میں دو پانچ منٹ میں کہی جاسکتی ہے اس کو مکررات وقافیہ پیائی کے ذریعہ تطویل لاطائل کر دیا جاتا ہے اور یہ ٹوٹے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ضرورت کیا ہے اور اس ضرورت کی مناسب و مفید تکمیل کس طرح ممکن ہے؟ میدان خطابت میں کچھ ایسے شہسوار بھی ہیں جو گونا گوں صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر ذرا سی دلچسپی سے کام لیں تو اپنی خداداد صلاحیت سے اصلاح و فلاح کے اہم پہلو بیان کر سکتے ہیں مگر "سامان تجارت" جب یونہی بک رہا ہے تو ڈسپلے کی ضرورت کیا ہے؟

جلسوں میں ایک عجیب رسم یہ بھی در آئی ہے کہ بعض تسبیحی و تہلیلی کلمات مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کو محض تشجیعی کلمات بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ان کلمات کے واقعی فضائل گنائے جاتے ہیں ان کلمات کی افادیت و برکت یقیناً مسلم ہے مگر شاعر یا مقرر کی اس مقصد خیر کے پس پردہ پسنجر کو ایکسپریس بلکہ سپر فاسٹ بنانے کی پر شوق کوشش ہوتی ہے، آں جناب نے خود کو اتنا متاثر کر رکھا ہے کہ اس کے بغیر دو قدم چلنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے ہاں اگر کوئی دوسرا مائک پر کام سے لگا ہو تو ان "فضائل شماروں" کو اس ثواب و برکت کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ اب وہ اس طرح محو گفتگو ہو جاتے ہیں گویا وہ ابھی بھی منصب خطابت پر ہیں۔

جلسوں میں ایک عجیب رسم یہ بھی در آئی ہے کہ بعض تسبیحی و تہلیلی کلمات مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کو محض تشجیعی کلمات بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ان کلمات کے واقعی فضائل گنائے جاتے ہیں ان کلمات کی افادیت و برکت یقیناً مسلم ہے مگر شاعر یا مقرر کی اس مقصد خیر کے پس پردہ پسنجر کو ایکسپریس بلکہ سپر فاسٹ بنانے کی پر شوق کوشش ہوتی ہے

نذرانوں کی تہ بازاری یا ان کی جبریہ تحصیل سے تعلق سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کسی بھی عالم کا منصبی اور ملی فریضہ ہے اور اس کی انجام دہی کے لیے اسے اپنے ہی کاندھوں کا بوجھ بننا تھا یا تو اس کے لیے زریں موقع ہے کہ قوم نے اس کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے مگر اس بار برداری کے "قصور واروں" سے ساری شرافتوں کو داؤ پر لگا کر مزدوری سے زیادہ دبنگ انداز میں نذرانے وصول کیے جاتے ہیں جو غیر ذوی العقول کے لیے بھی مقام عبرت ہے۔

سلام: مقصد، افادیت اور رواج:

صلوٰۃ و سلام وہ عمل خیر ہے جس کی لازوال برکتیں بندہ کو ابدی سعادت اور دائمی فیروز بختی کی ضمانت دیتی ہیں، اس کے استحسان و شوق مندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ خود باری تعالیٰ کی سنت ہے، اس کے سراپا عصمت فرشتے بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں اور ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز خوش نصیبوں کو اس عمل خیر کی بجا آوری کی تاکید ہے۔

درود و سلام کے فضائل و مناقب پر دفتر کے دفتر تحریر کئے جا چکے ہیں، اس کی فضیلت پر بولنے کا موقع ہو تو گھنٹوں تک زبان چلتی رہے اور تھکنے کا ذرا بھی نام نہ لے مگر جب کسی اجلاس میں سلام پڑھنے کا وقت ہو تو یہ اہتمام اجلاس کا علامتی نشان بن کے رہ جاتا ہے۔ اس موقع سے بڑے بڑے اچھوں کو بھی صرف دو تین اشعار پڑھنے کی تاکید کرتے دیکھا گیا ہے اور اگر خوش قسمتی سے کچھ زائد اشعار پڑھ دیئے گئے تو پر غضب چہرہ کے نشیب و فراز دیدنی ہوتے ہیں۔ مجھے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ اگر درود و سلام واقعتاً فضیلت و برکت کا آبشار ہے اور یقیناً ہے تو پھر اس سے تو بھی و بے نیازی کا مطلب؟

عقیدت و محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ کم از کم قدر معتد بہ اشعار تو پڑھے جانا چاہیے یا یہاں بھی رسم و رواج ہی کا بول بالا رہے گا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے اور

>

رچمنستان نعت ومنقبت کے طائران خوش الحان ذرا کچھ کم وقت صرف کرتے کہ اس لاہوتی عمل کو تو مقام واقعی مل جاتا۔ خیر دعا فرمائیں کہ ہماری محفلیں اس لطف وسعادت سے باقاعدہ بہرہ مند ہوتی رہیں (آمین)

دعا: مقصد، افادیت اور رواج:

دعا عبادتوں کا مغز ہے، دعا کے لیے پر شوق اہتمام ہونا چاہیے، لہٰذا مناسب ہے کہ اپنی ناہموار زندگی کے نشیب وفراز ذہن ودماغ میں حاضر رکھیں اور کارساز حقیقی کی قہاری وغفاری کے احساسات جاگتے رہیں، سراپا خاکساری کا نمونہ بن کر خود کو اس بارگاہ عظمت وجلال میں حاضر جانئے اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ باب رحمت پر دستک دیجیے گویا ایک سنگین مجرم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی خود سپردگی کا اعلان کر چکا ہے۔

اس بارگاہ میں خود کو جتنا ہو سکے شرمسار کر لیجیے، دل پر انکساری کی ایسی کیفیت طاری کر لیجیے کہ چشم بے باک سے ازخود اشک ندامت چھلک اٹھیں اور اس بے نیازی کے سامنے اپنی نیاز مندی کا بھرپور ثبوت پیش کرتے ہوئے دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود کے لیے دست دعا دراز کر دیجیے، اپنا، اپنی قوم وملت اور اپنے ملک کا درد والم بیان کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ ابھی پورے طور پر اپنی بات ختم بھی نہ ہوگی کہ رحمت حق اپنی شان کریمی کا بے انتہا مظاہرہ فرمادے گی، کرم کے بادل چھائیں گے اور گوہر مراد سے دست طلب بھر جائے گا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ضرورت جتنی زیادہ شدید ہوتی ہے ضرورت مندوں کے چہرہ پر اتنے ہی زیادہ زبردست تاثرات ہوتے ہیں اور اس کی طلب کیلئے ویسا ہی اہتمام بھی کرتا ہے۔ خوش حالوں کو کوئی دیگر ضرورت نہ ہوتے ہوئے بھی رحمت الٰہی اور کرم خداوندی کی ضرورت تو بہر حال ہوتی ہی ہے اس لیے ان محفلوں میں کوئی سازگار ماحول برپا کرنا مشکل تو ہو سکتا ہے مگر ناممکن نہیں۔ میرے خیال میں کچھ نہ کچھ ماحول تو بہر حال برپا کیا جا سکتا ہے مگر زہے افسوس! دعائے خیر کا یہ خوش گوار موقع بھی بے توجہی اور عدم دلچسپی کی نذر ہو جاتا ہے۔ نہ کوئی شوق واہتمام اور نہ کوئی باقاعدگی۔ ایک رسم تھی جو کسی حد تک نبھالی گئی، البتہ بعض موقعوں پر اس رسم کا اہتمام دعا کو "شب ہجراں" سے زیادہ طویل کر دیتا ہے۔ باری باری ہر بڑی شخصیت کی شکایت مٹانے کی کوشش اٹھے ہاتھوں کو تھکا دیتی ہے اور انجام یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ناعاقبت اندیشی دعا کو ادھورا چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اخیر میں نقیب وناظم حضرات سے میں معذرت خواہ ہوں کہ چاہتے ہوئے بھی ان کی ظریفانہ وبے باکانہ کارگزاریوں پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کے لیے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے اور میری کاہلی نے مجھے اتنا مصروف کر دیا ہے کہ فی الوقت بھرپائی مشکل ہے ہاں سخت دعا کی ضرورت ہے کہ خدائے پاک میرے بوجھل کاندھوں سے کاہلی کا بوجھ اتار کر فکر وقلم کو عام ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

(بشکریہ: ماہنامہ جام نور، دہلی انڈیا)

دعا عبادتوں کا مغز ہے، دعا کے لیے پر شوق اہتمام ہونا چاہیے، لہٰذا مناسب ہے کہ اپنی ناہموار زندگی کے نشیب وفراز ذہن ودماغ میں حاضر رکھیں اور کارساز حقیقی کی قہاری وغفاری کے احساسات جاگتے رہیں، سراپا خاکساری کا نمونہ بن کر خود کو اس بارگاہ عظمت وجلال میں حاضر جانئے اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ باب رحمت پر دستک دیجیے

>